بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نظرات

روسی زاروں کے عہد میں جب انیسویں صدی کے وسط اور اواخر میں روسی سلطنت میں آباد ترکوں میں قومی بیداری کا آغاز ہوا تو اس کی نوعیت اسلامی تھی۔ ایک تو اس لئے کہ ایشیا اور مشرقی یورپ کے مسلمانوں میں اس دور میں نسل اور قومیت کے بجائے مذہب اسلام اور اس کی ثقافت کا غلبہ تھا۔ اور دوسرے روس میں ترک اور مسلمان ہم معنی الفاظ تھے۔

وولگا اور یورال کے مسلمان تاتاری علاقے سب سے پہلے زاروں کے تسلط میں آئے تھے، اس لئے دوسرے روسی ترکوں سے پہلے وہاں قومی بیداری کے آثار پیدا ہوئے۔ جو ایک لحاظ سے اسلامی بھی تھی۔ اپنے ہاں مروجہ دینی تعلیم کے پست معیار کو بلند کرنے کے لئے سب سے پہلے تاتاریوں نے وسط ایشیا کے دینی مدارس کی طرف توجہ کی۔ بخارا کے دینی مدارس کو کوئی دسویں صدی عیسوی سے تمام مشرقی اسلامی دنیا میں بڑی شہرت تھی۔ چنانچہ قدرتاً نوجوان تاتاری طالب علم علوم دینیہ کی تحصیل کی غرض سے ان مدارس میں بھیجے جانے لگے۔ لیکن بخارا کی یہ درس گاہیں ایک عرصے سے فرسودگی اور جمود کا مرکز بن چکی تھیں، اس لئے تاتاری طلبہ ان مدارس میں مروج طریقۂ تعلیم سے جلد ہی بددل ہو گئے، اس طرح خود تاتاری مسلمانوں میں دینی اصلاح کی تحریکیں شروع ہو گئیں۔

انیسویں صدی کے اوائل میں وولگا کے ایک مشہور تاتاری عالم دین عبدالناظر (۱۷۷۵ء - ۱۸۴۳ء) بخاری علماء کے اس فرسودہ طریقۂ تعلیم سے اپنی بیزاری کا اظہار کرتے ہیں۔ ایک اور تاتاری شہاب الدین مرجانی (۱۸۱۵ء - ۱۸۸۹ء) نے جو پہلے جدید تاتاری مورخ اور مصلح تھے، اصلاح احوال کی باقاعدہ کوشش بھی کی۔ وہ بارہ سال بخارا میں رہ کر ۱۸۴۹ء میں واپس وطن آیا۔ اس کے بعد اس نے علاقہ وولگا کی اسلامی

© Dr Muhammad Hamidullah Library, IIU, Islamabad. http://iri.iiu.edu.pk/

درس گاہوں کی اصلاح کا بیڑا اٹھایا۔ اس کی کوشش یہ تھی کہ قرآن مجید اور علوم اسلامیہ کی تعلیم کے پرانے جامد طریقے کے بجائے زیادہ عملی اور کم نظری طریقے کو رائج کیا جائے۔ وہ اس پر زور دیتا تھا کہ ہر سچے ایماندار کو قرآن مجید خود سمجھنے کا حق ہونا چاہیئے۔ اس کے ساتھ وہ روسی زبان سیکھنے اور جدید علوم حاصل کرنے کا بھی حامی تھا مرجانی محض ایک نظری آدمی نہ تھا، وہ ایک عملی استاد بھی تھا۔ اس نے اپنے ان خیالات کو عملی شکل بھی دی بیس سال کی کوششوں کے بعد وہ ایک صاحب ثروت قازانی تاجر کو اس بات پر آمادہ کرنے میں کامیاب ہوا کہ وہ ایک نیا مدرسہ قائم کرنے میں اس کی مالی مدد کرے۔

مرجانی کی کوششیں ایک حد تک بارآور ہوئیں، اس کے بعد اس کے شاگردوں اور دوسروں نے نئی روشنی کی اس تحریک کو آگے بڑھایا۔ اور تاتاری زبان میں کتابیں چھپنے لگیں۔

۱۸۵۲ء تا ۱۸۵۹ء کے درمیانی عرصے میں صرف قازان یونیورسٹی نے کوئی سوا تین لاکھ کتابیں چھاپیں، جن میں قرآن مجید کے علاوہ تاتاری زبان کی کتابیں بھی تھیں۔ ۱۸۵۳ء - ۱۸۶۴ء کے دوران تاتاریوں کی کل مطبوعہ کتابوں کی تعداد دس لاکھ تک پہنچ گئی۔ اس طرح دینی مدارس کی تعداد میں بھی برابر اضافہ ہوتا گیا۔ ۱۸۶۰ء میں وسط وولگا اور جنوبی یورال میں کوئی ۱۸۵۹ء، تاتاری مکتب تھے، جو مساجد سے ملحق تھے اور ان میں "ملّا" تعلیم دیتے تھے۔

یہ نئی روشنی کے تاتاری مسلمان بڑی آسانی سے روس کے باقی مسلمان علاقوں کے لئے جو تعلیم اور زندگی کے دوسرے شعبوں میں بہت پس ماندہ تھے، اصلاح و ترقی کے ہراول بن سکتے تھے، لیکن ایک تو خود تاتاری علاقوں میں جمود پرست مذہبی طبقوں نے ان کی مخالفت کی۔ اور پھر دوسرے ترک علاقوں میں جہاں بھی اس طرز کی کوئی اصلاحی تحریک شروع ہوئی، سب سے بڑھ کر اس کی مخالفت جمود پرست مذہبی طبقوں نے کی۔

مثال کے طور پر انیسویں صدی کے اواخر میں بعض تاتاری حلقوں نے جمعہ کا خطبہ تاتاری زبان میں رائج کرنے کی تجویز کی، لیکن دینی علماء نے اسے کھلا الحاد قرار دیا۔ ۱۹۰۸ء میں تاتاری علماء کی ایک جماعت نے زار روس کی حکومت سے شکایت کی کہ ان کے بعض "انقلابی" افراد مسجدوں میں جمعہ کا خطبہ تاتاری زبان میں پڑھنے کی کوشش کر رہے ہیں اور یہ مذہب اسلام میں سخت ممنوع ہے۔ ۱۹۱۲ء میں کسی حد تک ایک ترقی پسند تاتاری عالم صدیق امان کولف نے ایک معتدل آزادی پسند (لبرل) اخبار میں لکھا کہ قرآن مجید کا تاتاری جیسی عامیانہ زبان میں ترجمہ کرنا ناممکن اور تقریباً کفر و الحاد ہے۔ چنانچہ سب سے زیادہ ترقی یافتہ اسلامی

اداروں تک میں قرآن مجید اور فقہ اسلامی کی تعلیم عربی زبان ہی میں دی جاتی رہی نیز خود عربی زبان کی تعلیم فارسی میں لکھی ہوئی درسی کتابوں کے ذریعہ ہوتی تھی

ایک اور تاتاری بزرگ اسماعیل گیپرنسکی (۱۸۵۱ء - ۱۹۱۴ء) نے جو ایک طرف نوجوان عثمانی تحریک سے متاثر تھے اور دوسری طرف سید جمال الدین افغانی کی ذات اور ان کی اتحاد اسلام کی تحریک ان کے لئے منبع فیض بنی تھی۔ تاتاریوں کو بالخصوص اور دوسرے روسی ترکوں کو بالعموم قرون وسطیٰ کی نفسیات سے نکال کر نئے دور میں لانے کے سلسلے میں بڑا کام کیا۔ وہ مسلمان عورتوں کی آزادی کے حامی اور مسلمانوں کی سماجی زندگی میں بعض اصلاحات کے داعی تھے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ اسلامی ثقافت کے بھی علمبردار تھے۔ چنانچہ جہاں ایک طرف ان کا یہ اصرار تھا کہ اسلامی مدارس میں ترکی زبان پڑھائی جائے، وہاں وہ اس کی ضرورت بھی محسوس کرتے تھے کہ عربی کی جو قرآن مجید اور اسلامی ثقافت کی زبان ہے، بھی تعلیم ہو۔

ان مصلحین کی کوششوں کے نتیجے میں تاتاریوں میں سیاسی جدوجہد کا بھی آغاز ہوا اور ان کے ہاں سیاسی پارٹیاں وجود میں آئیں، جو زار کی حکومت سے اپنے حقوق کا مطالبہ کرتی تھیں۔ اس مرحلے پر قدامت پسند مذہبی طبقوں کا کیا رول رہا، وہ بڑا ہی افسوس ناک ہے۔ انھوں نے "صراط مستقیم" کے نام سے اپنی ایک پارٹی بنائی۔ یہ لوگ روسیوں کے دائیں بازو سے تعاون کرتے تھے۔ اور "جدیدیین" کے مقابلے میں "قدیمیین" کہلاتے تھے۔ ان کا اپنا اخبار بھی تھا۔ "قدیمیین" کے روحانی رہنما دلی حضرت کو "جدیدیین" اور "اتفاق پارٹی" کے لیڈروں سے جنہیں وہ ملحد اور خدا اور رسول صلعم کے دشمن سمجھتے تھے، اتنی سخت نفرت تھی کہ اس نے زار روس کی پولیس سے یہ مخبری کرنے سے بھی تامل نہ کیا کہ "اصول جدید" کے ترک مدارس میں "پان ترکزم" کا پروپگنڈا ہوتا ہے (اس کی وجہ سے بعض مدارس کو زار کی حکومت نے بند کر دیا)۔ ۱۹۱۷ کے اشتراکی انقلاب کے بعد یہ سب رپورٹیں جو "صراط مستقیم" سے تعلق رکھنے والے قدامت پرست ملاؤں نے "اصول جدید" والوں کے خلاف زار کی پولیس کو دی تھیں، شائع کر دی گئیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ "صراط مستقیم" کے یہ ملا ان ائمہ اور خطبا تک کو انقلابی سمجھتے تھے، جو جمعہ کی نمازوں میں عربی کے بجائے تاتاری زبان میں خطبہ دیتے تھے۔

وولگا اور یورال کے بعد قازقستان، وسط ایشیا کے ترک علاقوں بخارا، خیوا، سمرقند اور آذربائیجان وغیرہ میں بھی جب روسی ترکوں کے اصلاح پسند اور ترقی خواہ طبقوں نے حالات کو سدھارنے کی کوششیں

شروع کیں۔ تو عام طور سے ہر جگہ قدامت پسند علماء کی طرف سے ان کی سخت مخالفت ہوئی۔ بخارا میں دینی مدارس کی بڑی کثرت تھی۔ لیکن ان کے نصاب میں نہ سائنس داخل تھی اور نہ "آرٹس" کے فنون۔ بلکہ ان میں تاریخ اسلام تک نہ پڑھائی جاتی تھی۔ بخارا میں علماء کا غیر محدود اثر و نفوذ تھا اور بخارا کے فرمانروا بھی لبرل خیالات سے کوئی دلچسپی نہ رکھتے تھے، لیکن ان کی مخالفت کے باوجود وولگا کے تاتاریوں کی کوششوں سے بخارا میں بھی بعض نئے اسکول قائم ہو گئے۔ اس ڈر سے کہ نئے اسکولوں کی کامیابی کی بخارا کے قدامت پسند مدارس پر زد پڑے گی علماء نے ان اسکولوں کو بند کرانے کے لئے ایسی متعصبانہ مذہبی فضا پیدا کر دی کہ ۱۹۱۰ء میں وہاں سخت قسم کے شیعہ سنی فسادات ہو گئے جنہیں روسی فوج نے آکر دبایا۔

شروع شروع میں زار کی حکومت اور اس کے حکام روسی ترکوں کی اس اصلاحی، تعلیمی و معاشرتی تحریک کے ایک حد تک حامی تھے، اور کہیں کہیں اس کی سرپرستی بھی کرتے تھے لیکن ایک وقت آیا کہ روس کے سرکاری حلقوں میں ترکوں کی اس تحریک سے خدشے پیدا ہونے لگے اور انھوں نے اس کے خلاف اقدامات کرنے شروع کر دیئے چنانچہ وسط ایشیا میں شائع ہونے والے وولگا یورال کے تاتاریوں کے اخبارات اور مدارس بند کئے جانے لگے اور اس کے ساتھ ساتھ ایک طرف ازبکوں و تاجکوں اور دوسری طرف وولگا یورال کے تاتاریوں میں جو دراصل اس تحریک اصلاح کے ہراول تھے، روسی حکام کی طرف سے منافرت کے بیج بونے کی پالیسی شروع کر دی گئی "جدیدیین" کے اس بڑھتے ہوئے اثر کی روک تھام کے لئے حکومتِ روس نے قدامت پسند مسلمانوں کی تائید حاصل کی اور اب اس کی نظرِ عنایت خاص طور سے قدامت پسند مدرسوں کی طرف ہو گئی۔ یہ قدامت پسند گروہ "جدیدیین" کی اصلاحی سرگرمیوں کو زار کی حکومت سے بھی زیادہ ناپسند کرتا تھا۔ ۱۹۰۷ء میں تاشقند کے اخبار "ترقی" نے قدامت پسند مدرسوں اور ان کے استادوں پر اعتراض کیا تو اس سے قدامت پسند اور "قدیمیین" اتنے بگڑے کہ تاشقند کے علماء کے ایک اجتماع میں اخبار مذکور کے ایڈیٹروں اور حامیوں کو کافر قرار دیا گیا اور وہ مساجد سے نکال دیئے گئے۔

فروری ۱۹۱۷ء میں زار کی حکومت کے خاتمے کے بعد اور اشتراکی انقلاب اکتوبر کے برپا ہونے سے پہلے کا زمانہ روسی ترکوں کے لئے بڑا نازک بھی تھا اور بے حد اہم بھی۔ اور اس میں روسی مسلمانوں کے قدامت پسند گروہ نے جو روش اختیار کی، وہ قابلِ توجہ ہے۔ تاشقند میں ایک جمعیت العلماء قائم کی گئی جس نے فوراً ہی

ایک انتہا پسندانہ قدامت پرست مسلک اختیار کر لیا۔ اگست ۱۹۱۷ء میں وسط ایشیا کے سب سے زیادہ ترقی یافتہ شہر تاشقند میں جو شہری کونسل کے انتخابات ہوئے تو ان میں قدامت پسند مسلمان علماء نے روسی دائیں بازو سے مل کر ۶۰ فی صد ووٹ لئے اور ان کے مقابلے میں "شورائے اسلام" پارٹی کے "جدیدین" اور ترک قوم پرستوں کو صرف ۱۱ فی صد ووٹ ملے۔ ان علماء اور مذہبی طبقوں کو نہ تو داخلی خود مختاری سے دلچسپی تھی اور نہ مکمل آزادی سے۔ ان کے سامنے سب سے بڑا مقصد یہ تھا کہ وسط ایشیا کی ترک آبادی پر ان کا اثر و نفوذ بحال رہے۔ انھوں نے روسی دائیں بازو والوں سے ترک مسلمانوں کی دوسری پارٹیوں "جدیدین" اور دوسری بائیں بازو کی پارٹیوں سے مخالفت کی وجہ سے تعاون کیا تھا، جنہیں یہ علماء بے دین و ملحد کہتے تھے۔ ۱۹۱۷ء کے موسم گرما و خزاں میں اس کشمکش میں بعض مسلمان لبرل اور سوشلسٹ مارے بھی گئے۔ جب دوسری پارٹیوں نے وسط ایشیا کی داخلی خود اختیاری کے لئے آئین بنانا شروع کیا، تو علماء نے اصرار کیا کہ اس میں ایسی دفعات رکھی جائیں جن میں خود مختار مملکت کے قانون ساز اور عاملہ (ایگزیکٹو) اداروں کی نگرانی کی علماء کو ضمانت دی جائے اور انہیں انتظامیہ (ایڈمنسٹریشن) پر بھی کنٹرول ہو۔

فروری ۱۹۱۷ء میں زار کی حکومت ختم ہونے پر بخارا کی حالت اس سے بھی دگرگوں ہوئی۔ اس موقع سے فائدہ اٹھا کر نوجوان بخاری لبرلوں نے امیر بخارا سے کچھ آئینی اصلاحات تسلیم کرالی تھیں۔ اس کے نتیجہ میں امیر مذکور کے سابق رجعت پسند مشیر جلا وطن کر دیئے گئے، لیکن اپریل میں پھر رجعت پسند غالب آ گئے۔ امیر کے سابق مشیر نے واپس آ کر لبرلوں کے خلاف مہم شروع کر دی۔ اس نے بخارا کے عوام کو مشتعل کر کے اپنے ساتھ ملا لیا۔ اور اب آئینی اصلاحات کے بجائے بے دین "جدیدین" اور شرع محمدی کے "باغیوں" کو سخت سزائیں دینے کے حق میں مظاہرے شروع ہو گئے۔ اس عوامی سیلاب کے سامنے نوجوان بخاری لبرلوں کے پاؤں نہ ٹھہر سکے۔ ان کی اکثریت کو گرفتار کر لیا گیا۔ باقی بھاگ گئے اور بہت سے عوام اور امیر کے آدمیوں کے ہاتھ سے مارے گئے یا ان کو سخت اذیتیں دی گئیں۔ اگر بخارا میں مقیم روسی سفیر بیچ میں نہ پڑتا تو نوجوان بخاری لبرلوں کا بالکل صفایا ہو جاتا۔

اس کے کچھ ہی عرصہ بعد روس میں اشتراکی انقلاب ہوا۔ بخارا پر بھی اشتراکیوں کا قبضہ ہو گیا۔ اور امیر بخارا کو وہاں سے بھاگ کر جان بچانی پڑی۔

یہ معلومات ہارورڈ یونیورسٹی (امریکہ) سے شائع شدہ ایک کتاب (PAN TURKISM AND ISLAM IN RUSSIA) سے ماخوذ ہیں۔ روس کے مسلمان ترکوں میں ۱۹۰۵ء میں اسلامی و

قومی بیداری کی جو لہر اٹھی تھی۔ ۱۹۱۷ء تک اُس نے جو ارتقائی مرحلے طے کئے، اور آخر میں کمیونسٹ انقلاب نے اسے جس طرح ختم کیا، مصنف اسے بڑی تفصیل سے بیان کرنے کے بعد لکھتا ہے:۔ ان مسلمان ترکوں کی اسلامی و قومی جدوجہد کی تحریک اس لئے نتیجہ خیز ثابت نہ ہوئی کہ ان کے ہاں تجدد و اصلاح کی جو بھی کوششیں ہوئیں سب سے پہلے خود ترک قدامت پرستوں نے ان کی مخالفت کی۔ اور اس طرح ایک تو یہ کوششیں بار آور نہ ہو سکیں، اور دوسرے تجدد کے حامی جدیدیین اور قدیمیین کے اختلافات نے اکثر اوقات منافرت کی شکل اختیار کر لی اور بارہا ایسا ہوا کہ جدیدیین کو خود اپنے ہم مذہب قدیمیین کی زیادتیوں سے بچنے کے لئے بالشویکوں کی پناہ لینی پڑی۔ اسی طرح کہیں کہیں قدیمیین نے قوم پرست جدیدیین کے مقابلے میں بین الاقوامیت کے حامی بالشویکوں کو ترجیح دی اور ان سے سیاسی گٹھ جوڑ کیا۔ اس کا انجام یہ ہوا کہ ایک ایک کر کے ترک علاقے بالشویک تسلط میں آ گئے۔

اسی دَور میں ترکی، ایران اور مصر وغیرہ بھی تجدد و اصلاح کی تحریکیں اٹھیں، اور قدامت پرست مذہبی طبقوں نے ان کی بھی مخالفت کی، لیکن چونکہ اس دوران میں ان ملکوں میں آزادی خواہ قومی قیادتیں وجود میں آ گئی تھیں، اور وہ تجدد پسند تھیں اور ان کے لئے ایسا ہونا ناگزیر تھا، اس لئے قدامت پسند مذہبی طبقوں کی مخالفت ناکام رہی اور یہ ملک آسانی سے قرونِ وسطیٰ کے دور سے نکل کر بیسویں صدی میں آ گئے۔

سید جمال الدین افغانی نے قاہرہ میں فلسفہ و حکمت، اسی پرانے فلسفہ و حکمت کا درس دینا شروع کیا تو علماء ازہر نے اُن کی مخالفت کی۔ پھر جب شیخ محمد عبدہ نے ازہر کے نصاب میں بعض نئے مضامین جیسے تاریخ و جغرافیہ داخل کرنے چاہے، تو انہیں سخت مخالفتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ ۱۹۲۸-۱۹۲۹ء میں شیخ الازہر المراغی نے ازہر کی تعلیم کو باقاعدہ بنانے کے لئے کچھ تجاویز پیش کیں۔ تو وہ مسترد ہو گئیں اور انہیں ازہر سے نکلنا پڑا۔ یہ سب کچھ ہوا۔ لیکن حسن اتفاق سے نئے سکولوں اور کالجوں سے جو نئی پود نکل رہی تھی، اور اس کے ساتھ ساتھ قومی و سیاسی جدوجہد جس طرح آگے بڑھ رہی تھی، ان دونوں نے مل کر قدامت پسندی اور رجعت پرستی کی ایک نہ چلنے دی۔ اور تجدد و اصلاح کی شاہراہ پر یہ ملک برابر آگے بڑھتے گئے۔

پاکستان اس وقت جس مرحلے سے گزر رہا ہے، اس میں یہاں کی قومی قیادت کو جس کی فعال مظہر ایک آزاد ملک میں قدرتاً اس کی حکومت ہی ہوتی ہے آج یہ مسئلہ درپیش ہے کہ وہ نظم و نسق حکومت اور قانون

سازی میں ظاہر ہے اسلام کے بنیادی اصولوں اور اس کی ابدی و عمومی تعلیمات کو اپناتے ہوئے ملک و قوم کی ضروریات اور موجودہ زمانے کے تقاضوں کو سامنے رکھے، یا ان علماء کو ان تمام معاملات میں حق استرداد (ویٹو) دیدے جن کے نزدیک

"اسلامی اصول اور اسلامی احکام کی تشریح و توضیح میں رائے عامہ
یا حکام کی مرضی کو مطلق کوئی دخل نہیں ہے۔ ماہرین علوم
شریعت کا قول قول فیصل ہے اور ان کی رائے آخری رائے ہے۔"

اس مسئلے کا دو ٹوک فیصلہ کرنا آج ضروری ہو گیا ہے۔ اور اس میں جتنی تاخیر ہوگی، پاکستان کے اتحاد، استحکام اور ترقی پر اس کا برا اثر پڑے گا۔ اور ملک کے لئے اندرونی اور بیرونی خطرات بڑھیں گے۔

اس مکتب خیال کے علماء ایک طرف یہ فرماتے ہیں کہ "اسلام ایک مکمل نظامِ حیات ہے اور وہ زندگی کے تمام شعبوں کی صورت گری کرتا ہے" اور دوسری طرف ان کا مطالبہ ہے کہ "اسلامی اصول اور اسلامی احکام کی تشریح و توضیح کے بارے میں" ماہرین علوم شریعت کا قول قول فیصل ہے اور ان کی رائے آخری رائے ہے"

گویا عملاً "اولوالامر" حکومت نہیں، جس کے خلاف سیاسی و قانونی جد و جہد بھی ہو سکتی ہے اور اسے بدلا بھی جا سکتا ہے، بلکہ "ماہرین علوم شریعت" ہیں، جن کی رائے آخری رائے ہے اور مزید دقت یہ ہے کہ ہر وہ شخص جو خود کو عالم کہے یا دوسرے اسے عالم سمجھیں، "ماہرین علوم شریعت" میں سے ہونے کا مدعی ہے اور حکومت کا ہر معاشی و انتظامی اقدام خواہ وہ کتنا بھی جزوی کیوں نہ ہو، ان "ماہرین علوم شریعت" کے لئے اسلامی اصول اور اسلامی احکام میں داخل ہے۔

یہ ہے وہ سنگین صورت حال جو آج اس ملک کو درپیش ہے اور ہمارے خیال میں اس کا فیصلہ زیادہ دیر معرضِ التوا میں نہیں رکھا جا سکتا۔

رسُول و نبی

☆ ——— ڈاکٹر صغیر حسن معصومی پروفیسر ادارہ تحقیقات اسلامی

(۱)

رسُول

عربی زبان میں رسول (جمع رُسُل) کے معنے پیغام پہنچانے والے اور قاصد کے ہیں۔ قرآن پاک میں اس کا استعمال "اُمّت" ملّت اور قوم کے تعلق کے اظہار کے لئے آیا ہے۔ اسی طرح قیامت کے دن جہاں شہادت کا ذکر آیا ہے، وہاں "رسول" کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ولقد بعثنا فی کل امۃ رسولاً أن اعبدوا اللہ واجتنبوا الطاغوت (۱۶: ۳۶) اور البتہ ہم نے ہر اُمّت میں ایک رسول (پیغمبر) بھیجا اس حکم کو لے کر کہ تم لوگ اللہ کو پوجو اور طاغوت (شیطان اور بت) سے بچو۔ "یکون الرّسول علیکم شہیداً۔ تاکہ رسول تم پر شہادت دیں۔ یامعشر الجن والانس ألم یأتکم رسل منکم یقصون علیکم آیٰتی وینذرونکم لقاء یومکم ھذا؟ (الانعام: ۱۴) اے جماعت جنوں اور آدمیوں کی کیا تمہارے پاس تمہیں میں سے پیغمبر نہیں آئے جو تم سے ہماری نشانیوں کو بیان کرتے تھے اور آج کے دن سے ملنے سے تم کو ڈراتے تھے؟

"رسلاً مبشرین ومنذرین لئلا یکون للناس علی اللہ حجۃ بعد الرُسُل (۴: ۱۶۴)

یہ سب کے سب خدا کے رسول تھے جو بشیر و نذیر تھے تاکہ رسولوں کے بعد لوگوں کی اللہ پر کوئی حجت نہ رہے۔

اسی طرح "طلب اطاعت" کے ساتھ بھی رسول استعمال ہوا ہے: واطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واحذروا (المائدہ: رکوع ۱۲) اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرو اور رسول کا کہا مانو اور ڈرو۔ واطیعوا اللہ ورسولہ ان کنتم مومنین (۸: الانفال: رکوع ۱) اور اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو اگر تم ایمان والے ہو۔

رسولوں کو اللہ تعالیٰ نے "بیّنات" (خدائی احکام حق و باطل میں فرق بیان کرنے والی باتوں) کے ساتھ بھیجا۔

ولقد جاءتھم رسلنا بالبینت (۳۲: ۵) ان کے پاس ہمارے رسول بیّنات کے ساتھ آئے۔

لقد ارسلنا رسلنا بالبینت وانزلنا معھم الکتب والمیزان لیقوم الناس بالقسط (۵۷:۲۵)

ہم نے اپنے رسولوں کو بینات کے ساتھ بھیجا اور ہم نے ان کے ساتھ کتاب اور میزان اتارے تاکہ لوگ عدل وانصاف کے ساتھ رہیں۔

قرآن پاک نے اس بات کی تصریح بھی کی ہے کہ ہر رسول کو اس کی قوم کی زبان میں اللہ کا پیغام پہنچانے کو بھیجا گیا تاکہ رسول کی بات قوم کی بات سمجھ میں آئے اور رسول کے بیان کے مطابق لوگ چلیں۔ وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ لیبین لھم فیضل اللہ من یشاء ویھدی من یشاء وھو العزیز الحکیم۔

(۱۴: ۴) ہم نے کسی رسول کو نہیں بھیجا مگر اس کی قوم کی زبان میں تاکہ رسول اپنی قوم کے لئے (اللہ کے احکام کو) بیان کر دے پھر اللہ جس کو چاہے گمراہ کرے اور جس کو چاہے ہدایت دے۔ اللہ بڑا عزت و حکمت والا ہے۔

رسول کا لفظ کتب سابقہ میں بھی مستعمل ہوا ہے اور توریت و انجیل میں اس کا استعمال اسی معنی میں ہوا ہے اور رسول کو (APOSTLE) کے مترادف سمجھا گیا ہے۔

قرآن پاک میں بہت سے رسولوں کا ذکر آیا ہے اور خود قرآن حکیم کا بیان ہے کہ بہت سے رسولوں کا ذکر قرآن پاک میں نہیں کیا گیا: ورسلا قد قصصنٰھم علیک من قبل ورسلا لم نقصصھم (۴: ۱۶۴) بہت سے رسول ہیں جن کے کچھ واقعات ہم نے اس سے پہلے تم سے بیان کئے اور بہت سے ایسے رسول ہیں جن کے متعلق ہم نے تم سے کچھ نہیں کہا۔

جن پیغامبروں کا ذکر قرآن پاک میں رسول کی صفت کے ساتھ یا کسی کتاب کے ساتھ آیا ہے ان کے نام حسب ذیل ہیں: نوحؑ۔ ابراہیمؑ۔ لوطؑ۔ اسمٰعیلؑ۔ شعیبؑ۔ موسیٰؑ۔ ہودؑ۔ صالحؑ۔ داؤدؑ۔ یونسؑ۔ الیاسؑ۔ عیسیٰؑ۔ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

۱۔ لقد ارسلنا نوحاً (الاعراف: رکوع ۸) البتہ ہم نے نوحؑ کو بھیجا۔ (ہود: ۳: المؤمنون ۲: العنکبوت: رکوع ۲: نوح: رکوع ۲)

۲۔ دینا قیما ملۃ ابراھیم حنیفا (الانعام: رکوع ۲۰) دین استوار دین ابراہیم حنیف کا۔

اتبعوا ملۃ ابراھیم حنیفا (آل عمران: رکوع ۱۰) پیروی کرو ابراہیم حنیف کے دین کی۔

صحف ابراھیم وموسیٰ (الاعلیٰ: رکوع ۱) ابراہیم و موسیٰ کے صحیفے۔

۳۔ وان لوطا لمن المرسلین (الصفت: رکوع ۴) تحقیق لوط اللہ کے بھیجے ہوئے پیغمبر تھے۔

۴۔ ولقد ارسلنا موسیٰ (ابراہیم: رکوع ۱) تحقیق ہم نے موسیٰ کو بھیجا (المؤمنون: رکوع ۳)

المؤمن : رکوع ۴ الزخرف : رکوع ۵ ۔

ولقد اتینا موسی الکتب (السجدہ : رکوع ۴) تحقیق ہم نے موسیٰ کو کتاب دی۔

۵۔ واذکر فی الکتاب اسمعیل انہ کان صادق الوعد وکان رسولا نبیا (مریم : رکوع ۴)
اے پیغمبر الکتاب یعنی قرآن میں اسمٰعیلؑ کا ذکر کیجیے بلاشبہ وہ اپنے قول میں سچے تھے اور بھیجے ہوئے نبی تھے۔

۶۔ فارسلنا فیھم رسولا منھم (المؤمنون : رکوع ۲) ہم نے (قوم عاد) میں ایک رسول (ہودؑ کو) انہیں میں سے بھیجا۔

۷۔ ولقد ارسلنا الی ثمود اخاھم صالحا (النمل : رکوع ۴) اور البتہ ہم نے ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو بھیجا۔

۸۔ وان یونس لمن المرسلین (الصفت : رکوع ۵) البتہ یونسؑ بھیجے ہوئے پیغمبروں میں سے تھے۔

۹۔ والی مدین اخاھم شعیبا (الاعراف : رکوع ۱۱ ہود : رکوع ۸) (العنکبوت : رکوع ۴)
اور مدین کی طرف ان کے بھائی شعیبؑ کو (بھیجا)

۱۰۔ واتینا داؤد زبورا (۴ : ۱۶۳) اور ہم نے داؤدؑ کو زبور دیا۔

۱۱۔ وان الیاس لمن المرسلین (الصٰفٰت) اور تحقیق الیاسؑ البتہ بھیجے ہوئے پیغمبر تھے۔

۱۲۔ انما المسیح عیسی ابن مریم رسول اللہ وکلمتہ القھا الی مریم وروح منہ۔
(النساء : رکوع ۲) مسیح عیسیٰ ابن مریم اللہ کے رسول اور اللہ کے کلمہ تھے جس کو اللہ نے مریم کی طرف ڈالا اور اللہ کی طرف سے روح تھے۔

۱۳۔ ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین (الاحزاب : رکوع ۵) محمدؐ تم میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن اللہ کے پیغمبر ہیں اور نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں : ال عمران ، رکوع ۱۵
وما محمد الا رسول محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء الخ (الفتح : رکوع ۴)

تبلیغ و تذکیر کے لئے اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ مَردوں ہی کو بھیجا :

وما ارسلنا قبلک الا رجالا نوحی الیھم فسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون ۔
(الانبیاء : رکوع ۷) اور ہم نے آپ سے پہلے مَردوں ہی کو بھیجا جن کو ہم نے وحی بھیجی تو اہل ذکر سے پوچھو اگر تم نہیں جانتے۔

اللہ تعالیٰ نے جن فرشتوں کو عذاب یا رحمت کے لئے بھیجا ان کو بھی رسل کہا گیا ہے۔

(ہود: ۶۹) ولقد جاءت رسلنا ابراھیم بالبشریٰ قالوا سلما۔

اسی طرح رسولوں کے فرستادوں کو بھی رسل کہا گیا ہے (یٰسین) انا الیکم مرسلون قالوا ما انتم الا بشر مثلنا۔

نبی عبرانی (NABI) یا آرامی (NĀBĪ) غیب کی خبر دینے والے، شرف والے اور پیغمبر کے معنی میں قرآن پاک میں استعمال ہوا ہے۔ اس کی جمع نبیوّن اور انبیاء جا بجا قرآن پاک میں موجود ہے۔ جن نبیوں کا ذکر بالتصریح ناموں کے ساتھ قرآن پاک میں آیا ہے ان کے نام توریت اور انجیل میں بھی مذکور ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے نبیوں سے وعدہ لیا کہ جو کتاب و حکمت عطا کی گئی ہے ان کی تصدیق کرنے والے کوئی رسول آئیں تو تم ضرور ان پر ایمان لاؤ اور ان کی مدد کرو۔

واذ اخذ اللّٰہ میثاق النبیین لما اتیتکم من کتب وحکمة ثم جاءکم رسول مصدق لما معکم لتومنن بہ و لتنصرنہ (آل عمران: رکوع ۹)

نبی کا کام رسولوں کی طرح لوگوں کو خیر کی طرف بلانا اور شر سے باز رہنے کی تلقین کرنا ہے ظاہر ہے نبی کے پاس بھی وحی آتی تھی اور نبی بھی حکمت و موعظت سے کام لیتے تھے جہاں تک رسول اور نبی کے فرض منصبی کا تعلق ہے۔ دونوں میں بظاہر امتیاز مشکل ہے البتہ قرآن پاک کی آیتوں کے سیاق و سباق سے یہ صاف واضح ہوتا ہے کہ لفظ نبی عام معنے میں استعمال کیا گیا ہے اور رسول کی خصوصیت رسالت و پیغام کی تبلیغ سے ظاہر و واضح ہو جاتی ہے اسی ترادف اور مفہوم کی یک جہتی کی بناء پر پیغمبر اسلام محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جا بجا مدنی آیات میں "النبی" سے خطاب کیا گیا ہے۔

جہاں تک ایمان لانے کا تعلق ہے عقیدے کی رُو سے قرآن مجید اس بات کی وضاحت کر دیتا ہے کہ سارے رسولوں اور سارے انبیاء پر یقین رکھنا چاہیئے اور اسلامی احکام کے مطابق زندگی گزارنے اور اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کے معنے ہی یہ ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سارے بھیجے ہوئے رسول و نبی پر ایمان رکھتے ہیں۔

لیس البر ان تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب ولکن البر من امن باللّٰہ والیوم الآخر والملئکة والکتاب والنبیین (۲: ۱۷۷) یہ کوئی بھلائی کی بات نہیں کہ تم اپنے چہرے مشرق